DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v59i4.1341

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خواتین کے نام مکتوبات: علمی مباحث کا جائزہ

منزہ بتول ❁

Shaikh Aḥmad Sirhindī's Letters to the Women: An Analysis of the Key Themes

Munazza Batool ❁

Abstract: *The main purpose of the article is to highlight the key themes of letters by Shaikh Aḥmad Sirhindī to the Women and to analyse their social and intellectual content. It is also important to explore the socio-historical significance of these letters. The letters or maktūbāt of Aḥmad Sirhindī are significant because they are a source of the reformist ideology of Sirhindī, who is rightly acclaimed as mujaddid of the second millennium. It is also important to nuance the significance of his maktūbāt written in the Persian language, being the magnum opus of the reformist ideas of Aḥmad Sirhindī. These maktūbāt comprise almost 526 letters in three volumes written to different disciples and followers of Sheikh and have been extensively studied, discussed, and translated into Arabic, Turkish, and Urdu and partially in English. This article aims to study three letters written to women, to see the content of these letters as a mirror to the academic, intellectual, and social perspectives of Muslim women in sixteenth-century India as well as to have an insight into Shaikh's attitude towards the role of women in religious reform.*
Keywords: *maktūbāt*, Sirhindī, *mujaddid,* women, reform.

Summary of the Article

The article deals with the key themes of three letters by Shaikh Aḥmad Sirhindī addressed to women, with the purpose to analyze the content of these letters from social and intellectual perspectives. It is also important to nuance the significance of his *maktūbāt* written in the Persian language, being the *magnum opus* of the reformist ideas of Aḥmad Sirhindī. Given the high esteem and stature of Shaikh who is rightly acclaimed as the *mujaddid* of the second millennium, his letters are not only a source of reform but also widely read and shared as a source of inspiration, discussion, and appreciation. These *maktūbat* comprise almost 526 letters in three volumes written to different disciples and followers of the sheikh and have been a subject of study and discussion and translated into Arabic, Turkish and Urdu and partially into English. The paper first delves into the discussion of the three letters written to women, the biographies of the addressees are, however, beyond the scope of this paper as it focuses mainly on the themes of these letters. The content of these letters is very significant as it

❁ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تقابل ادیان، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

❁ Assistent Professor, Deparment of Comparative Religions, Faculty of Usuluddin, International Islamic university Islamabad

mirrors the academic, intellectual, and social perspectives of women in sixteenth-century India on one hand and has an insight into Shaikh's attitude towards the role of women in religious reform on the other hand. The study is mainly a content analysis of these three letters written to some close female relatives of Sirhindī. These letters are seen in the backdrop of the religious and cultural milieu as well as the Sufi and *kalāmī* discourse of the period. These letters are very rich in terms of themes dealt with by Shaikh. The letters detail the themes like *'aqīdah*, *'ibādah* and *akhlāq*. Letter no. 17 is of particular significance because in it Shaikh outlined his views regarding *tauhid* and discussed at length the names and attributes of Allah. In this letter, Sirhindī's approach is very close to the Māturīdī one. He delves into the discussion of the personal attributes of Allah, mentions the views of other schools of thought, and ends with his critical evaluation. Letter on. 17 is very detailed on the issues pertaining to *'aqīdah* and it appears that the lady to whom it was addressed was well-versed in this discipline.

The other significant theme is related to worship; letter no. 34 covers Sirhindī's views on this aspect. He focuses on the need and relevance of *ṣalāh* (prayer) and *zakāh* (charity) and further delineates punctuality and steadfastness. Likewise, he highlights some moral values and advises the addressee to be careful about backbiting, lying, music, and being harsh to others. The style of letters shows that Shaikh often gave such advice to the lady. The third letter addresses the ethics in detail. Here Shaikh started with the verse of the holy Qur'ān referring to the pledge of women mentioned in the Qur'ān in verse 12 of sūrat al Mumtaḥinah. He then continues to explain Islamic values and moral conduct and points out many weaknesses of his contemporary womenfolk. This letter no. 41 is a reflection of those ills that prevailed in his time. Here he talked about *shirk*, magic, superstitions, theft, and adultery. While discussing adultery, he also discussed homosexuality, which is very relevant to the present scenario as contemporary societies are facing the same issue in the name of transgender and homosexual rights. It also shows that our scholars need to focus on the moral upbringing of the youth and women and need to talk about these moral issues from an Islamic perspective.

اس مقالے کا بنیادی ہدف تو شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خواتین کے نام مکتوبات کا علمی اور سماجی جائزہ لینا ہے، مگر اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ سولھویں صدی کے اواخر اور سترھویں صدی کے آغاز میں مسلم ہندوستان کا عملی اور سماجی ماحول کیا تھا ؟ اور اس امر کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ شیخ احمد سرہندی کو اپنی اصلاحی تحریک کے لیے مکتوبات کا سہارالینا پڑا؟ اور تیسرے یہ کہ ان مکتوبات کے سیاسی، سماجی اور مذہبی لحاظ سے اس وقت کے مسلم معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے ؟ اور سب سے اہم سوال جو زیرِ نظر بحث کا بنیادی محور ہے کہ

اس وقت کے مسلم معاشرے میں خواتین کی سماجی، مذہبی اور علمی حیثیت کیا ہے اور شیخ احمد سرہندی نے خواتین کی اصلاح میں کن امور کو مدنظر رکھا؟

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دینی اور اصلاحی خدمات کی بنیاد پر برصغیر پاک و ہند کی ایک نمایاں شخصیت ہیں۔ اسی بنا پر انھیں مجدد الفِ ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شیخ احمد سرہندی کا زمانہ تقریباً سولھویں صدی بمطابق دسویں صدی ہجری کے آخری نصف ۱۴ شوال (۹۷۱ - ۱۰۳۳) ۲۸ صفر تک کا ہے۔ اگر سیاسی لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ سلطنت مغلیہ کے قیام اور استحکام کا عہد ہے۔ بابر اور اس کے بعد ہمایوں کا عہد تو زیادہ تر کشور کشائی اور جنگوں میں گزرا مگر اکبر کا عہد استحکام کا عہد تھا۔ اکبر کے عہد حکومت میں نہ صرف یہ کہ سلطنت مغلیہ مستحکم ہو چکی تھی بلکہ ارد گرد کی راجدھانیاں اب سلطنت مغلیہ کے ساتھ باجگزاری اور اطاعت کا دم بھرنے کو تیار تھیں۔ نتیجتاً اکبر کا عہد سیاسی طور پر اپنے پیشرووں کی نسبت زیادہ مستحکم تھا۔

سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ علمی اور سماجی لحاظ سے سولھویں صدی کا اواخر میں اسلامی معاشرہ گوناگوں تجربات اور فکری تنوع سے متعارف ہو رہا تھا۔ اس وقت تالیف پانے والے تمام تاریخی اور ادبی مصادر اس امر پر شاہد ہیں کہ اکبر کے دربار میں تمام معاصر افکار، فلسفے اور ادیان کے سرکردہ افراد نہ صرف موجود تھے، بلکہ ان سب کو بہت پذیرائی حاصل تھی اور فکری آزادی کا یہ عالم تھا کہ اکبر نے اپنی مختلف ادیان و افکار میں دل چسپی کی بنا پر ایک "عبادت خانہ" قائم کر رکھا تھا جو آج کل کے دور کے کسی کنونشن سنٹر یا کانفرنس روم کے مشابہ تھا؛ جہاں نہ صرف مختلف مسالک و مذاہب کے راہ نماؤں کو بولنے اور سننے کا موقع ملتا، بلکہ بالکل آزاد اور ملحدانہ افکار رکھنے والے فلسفی بھی برابر اسلام، اسلامی علوم اور افکار کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے۔ اس طرح آزادیِ اظہارِ رائے کے جس معیار کی بات آج کی جاتی ہے وہ بدرجہ اتم اس عبادت خانے میں شریک افراد کو میسر تھی۔[۱]

عبادت خانے میں جاری یہ بحثیں کسی مثبت نتیجے پر پہنچنے کے بجائے بادشاہ کے اپنے افکار میں انتشار کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور اس نے اپنے تئیں ایک کثیر المشرب مذہب کی ترویج کو کوشش کی جسے اس نے دین الٰہی سے

۱۔ اکبر کے مذہبی افکار اور رجحانات پر مفصل بحث کے لیے دیکھیں: ابوالفضل، **اکبر نامہ** (منشی نول کشور، ۱۲۸۳ھ) بدایونی، ملا عبدالقادر بن ملوک شاہ بدایونی،: **منتخب التواریخ** (لاہور: شیخ عنام علی اینڈ سنز، س۔ن)؛ محمد اسلم: **دین الٰہی اور اس کا پس منظر** (لاہور: ندوۃ المصنفین، ۱۹۷۰ء)؛

Khaliq Ahmed Nizami, *Akbar and Religion* (Delhi :Idara e Adabiyat ,1989); Makhan Lal Roy Choudhury. *The Din e Ilahi or the Religion of Akbar* (New Delhi: Munshi Manohar Lal Press, 1952).

موسوم کیا۔ اس تمام کی تفصیل **اکبر نامہ**، **منتخب التواریخ** جیسے معاصر مصادر میں مل جاتی ہے، اور اس فکری انتشار کا کئی لحاظ سے مدلل اور مفصل مطالعہ کیا جا چکا ہے۔ یہ اکبر کے ان مذہبی تجربات اور مباحث ہی کا زمانہ ہے جب شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مختلف سلاسل ہائے تصوف سے بیعت ہوتے ہیں اور دینی اور دیگر متداول علوم و مباحث بشمول اپنے والد کے مختلف جید علما سے حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے کہ علمی لحاظ سے ہر فن میں مہارت رکھنے والے علماء کی کثرت کا زمانہ تھا، مگر یہ علمی مباحث عمل اور اخلاص کی رو سے خالی ہوتے جس کی بنا پر بادشاہ خود بھی علما سے متنفر ہو چکا تھا۔ (۲)

کہا جاتا ہے کہ آپ نے لگ بھگ پندرہ سلاسل میں خلافت اور اجازت حاصل کی۔ تصوف کی بات کی جائے تو متداول نصوص تصوف اپنے والد ہی سے اخذ کر رکھے تھے، جیسا کہ **عوارف المعارف** اور **فصوص الحکم** کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسی طرح تصوف کی بنیادی تربیت و عبادات و اذکار جو ان کے والد نے اپنے شیوخ سے لیے تھے، وہ بھی ان تک ابتدا ہی میں منتقل ہوئے۔ گو کہ آپ کے والد نے خود بھی اور آپ کو بھی مختلف سلاسل ہائے تصوف سے مستفید کیا تھا، مگر طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کو اپنی نسبت سمجھتے تھے۔ اس طریقے کو انسب اور افضل قرار دینے کی ایک توجیہ یہ بھی تھی کہ یہ اتباع سنت، جو کہ احمد سرہندی اور ان کے والد کا خاصہ بھی تھا، کے لیے بہت ملائم تھا۔ نقشبندی سلسلہ جو اس وقت ہندوستان میں نیا بھی تھا، اور خواجہ باقی باللہ کے ہندوستان میں ورود ہی سے اس کا آغاز ہوا تھا۔ اس سلسلے کی خصوصیات میں اتباع سنت و اتباع صحابہ، اذکار و اشغال، محاسبۂ نفس، آداب شیخ اور کم ریاضتی شامل تھی۔ یوں یہ ہندوستان میں رائج اس وقت کے سلاسل تصوف سے مختلف تھا جس میں چلہ کشی تھی نہ ذکر بالجہر نہ سماع نہ قبور کی چادر پوشی و غلاف نہ توحیدِ وجودی اور نہ ہی حلولیات شامل تھیں، بلکہ ان کی تذکیر ہوش پر تھی، سکر کے بجائے صحو غالب تھا۔ احمد سرہندی جو کہ رائج بدعات اور فکری انتشار پر پہلے سے فکر مند تھے اسی نقشبندی سلسلے کے بنیادی اصولوں کو لے کر اپنی اصلاح کا آغاز کرتے ہیں۔ (۳)

۲۔ ملا عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی کی تصنیف **منتخب التواریخ** اور ابوالفضل کی تصنیف **اکبر نامہ** دونوں معاصر مصادر ہیں اور فکری اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے برعکس رجحانات کی ترجمانی کرتے ہیں تاہم دونوں ہی اکبر کے مذہبی افکار بالخصوص "دین الٰہی" کے حوالے سے باہم متفقہ نقطہ نظر پیش کرتے ہیں، جس میں اس کے چیدہ چیدہ افکار شامل ہیں جن میں سورج، آگ، اور خود بادشاہ کو مقدس قرار دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے شعائر اور اسلامی طرز بود و باش کا نہ صرف استہزا کیا جانے لگا، بلکہ ان میں سے کئی امور کو بادشاہ کی طرف سے باقاعدہ منع کر دیا گیا جیسا کہ اذان، داڑھی رکھنا اور ذبیحہ وغیرہ۔

۳۔ سوانح حیات کے لیے دیکھیے: کمال الدین احسان، **روضۃ القیومیۃ** (لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۹ء)۔

اصلاح کے ضمن میں جو بات ہماری بحث سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے وہ اس وقت کے مسلم معاشرے میں خواتین کی سماجی اور علمی حیثیت ہے، جس کا ایک اہم پہلو احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے ملتا ہے۔ بالخصوص وہ تین مکتوبات جو انھوں نے تین اہلِ ارادت خواتین کے نام لکھے ہیں۔ یہ تین مکتوبات جس دینی علمی اور سماجی پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ بہت وسیع ہے۔ سب سے اہم بات جو ان مکتوبات سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مخاطب خواتین یقیناً ان موضوعات کا فہم و ادراک رکھتی ہیں اور صلاحیت رکھتی ہیں کہ وہ دوسری خواتین تک ان افکار کو پہنچائیں اور دینی اور سماجی اصلاح میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ تینوں مکتوبات **مکتوباتِ امام ربانی** کے تیسرے جزو میں نمبر ۱۷، نمبر ۳۴ اور نمبر ۴۱ میں درج ہیں۔ ان مکتوبات کے مندرجات کا یہاں موضوعاتی انداز میں جائزہ پیش کیا جائے گا اور بجائے متن کو نقل کرنے یا بار بار اقتباس کرنے کے مکتوبات کے مندرجات کو سلیس عبارت اور تشریح کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔

۱۔ اعتقادیات

اعتقادیات سب سے اہم موضوع ہے جس کو سرہندی اپنے مکتوبات میں بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔ اس ضمن میں جن موضوعات کو آپ نے بنیادی حیثیت دی ہے وہ صفات ذاتیہ ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۷ میں انتہائی مفصل انداز میں اسما وصفات کا بیان ہے۔ اعتقادیات کو بیان کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا ہستی خود ہی سے موجود ہے، وہ قدیم اور ازلی ہے، اس کا کوئی بھی شریک نہیں؛ نہ وجوب وجود کی حیثیت میں، نہ الوہیت یا عبادت میں کیوں کہ شریک کی ضرورت عدم کفایت پر دلالت کرتی ہے اور یہ نقص ہے۔

سرہندی ماتریدی مذہب کے قائل نظر آتے ہیں۔ اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حیات، علم، قدرت، ارادت، سمع، بصر، کلام اور تکوین حق تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ ان کو صفات حقیقیہ کا نام دیتے ہیں اور یہ کہ زائدہ علی الذات ہیں۔ اس کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ یہ قول صرف اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس فرقہ ناجیہ کے متاخرین صوفیہ نے بھی صفات کو عین ذات کہا ہے اور باقی گروہوں کے اس قول کی تعقیب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے احوال اور ظاہر قول سے صفات کی نفی محسوس ہوتی ہے۔

اسی مکتوب میں آگے چل کر صفات اعتباریہ یا سلبیہ بیان کرتے ہیں اور اسے اعتقادیات کا لازمی جزء قرار دیتے ہیں۔ اور وہ چار ہیں قدم، ازلیت، وجوب اور الوہیت؛ چناں چہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم و جسمانی نہیں، عرض یا جوہر نہیں، مکانی یا زمانی نہیں، حال اور محل نہیں ہے، محدود اور متناہی نہیں، بلکہ وہ جہت سے بے جہت

ہے، نسبت سے بے نسبت، کفاءت اور مشابہت اس کی پاک ذات کے لائق نہیں۔ ضد و ند اس بلند ذات کے لیے مفقود ہے۔ ماں باپ عورت اور بیٹے سے پاک ہے کیوں کہ یہ سب حدوث کے نشان ہیں اور حدوث نقص کا موجب ہے۔ اس کی ذات تمام کمالات کے لائق ہے اور تمام نقائص اس کی جناب سے مسلوب ہیں۔

آگے چل کر صفت علم اور اس کے موجبات کا بیان ہے۔ اس اہم صفاتی مسئلے پر مفصل بحث کرتے ہوئے اسی مکتوب میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم بالجزئیات والکلیات ہے۔ وہ اسرار اور خفیہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ کوئی بھی ذرہ اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے؛ کیوں کہ جب وہ اشیا کا خالق ہے تو یہ بھی ضروری ہوا کہ خالق تمام مخلوقات کا علم بھی رکھتا ہو۔ اس مسئلے کے بیان میں گروہوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو رب تعالیٰ کے علم بالجزئیات کو نہیں مانتے اور اس امر کو اپنی عقل ناقص میں کمال الٰہیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر یہ قرار دیتے ہیں کہ واجب الوجود سے صرف ایک ہی کا صدور ممکن ہے اور اس کو کمال کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اپنی اسی جہالت کی بنا پر دوسری اشیا کو حق تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے منسوب کرتے ہیں اور خالق ارضین و سماوات کو معطل سمجھتے ہیں۔ سرہندی کے نزدیک اس گروہ سے زیادہ کوئی غلطی پر نہیں ہے۔ مزید تاکید کے لیے یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ جو کوئی اہلِ اسلام میں سے ان کے قول کی تائید کرتے ہیں اور ان کو حکمت سے منسوب کرتے ہیں اور ان مجموعۂ احکامات کو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی انتہائی غلطی پر ہیں۔

اسی طرح کلام کی صفت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی کلام سے متکلم ہے۔ امر و نہی سب ایک کلام سے وارد ہیں۔ اخبار و استخبار، صحائف کا نزول، تورات و انجیل، زبور و قرآن، اسی ایک کلام کی دلیل ہیں۔

صفات کے ضمن میں سرہندی نے رؤیت باری تعالیٰ پر بہت عمدگی سے دلائل دیے ہیں۔ اس بات پر بہت عمدہ طریقے سے بحث کرتے ہیں کہ مومنین کے لیے رؤیت باری تعالیٰ پر ایمان بہت ضروری ہے منتہائے رؤیت بغیر ایمان کے نصیب نہ ہو گا۔ اس ضمن میں مفصل طور پر بحث کرتے ہیں کہ یہ رؤیت بے چون و چگون ہو گی۔ کیوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ بیچون ہے اس لیے دیکھنے والوں کو بھی رؤیتِ بے چون سے نوازا جائے گا تاکہ وہ بے چون کا مشاہدہ کر سکیں۔ "لا يحمل عطايا الملك الا مطاياه" (کہ بادشاہ کے عطیے اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔)

مزید آگے بڑھ کر رؤیت باری تعالیٰ کو محال جاننے والوں پر تنقید کرتے ہیں اور رؤیت کے انکار کو مایوسی بلکہ کفر گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک رؤیت کا انکار کرنے والے اہلِ سنت والجماعت میں شامل نہیں اور اس امر پر

تعجب کرتے ہیں کہ جب شرع سے تمام اہلِ بہشت کے لیے دیدار باری ثابت ہے اور ایسا نہیں کہ بعض تو دیدار کریں گے اور بعض نہیں اس لیے اس مسئلے کو انتہائی حساس قرار دیتے ہیں اور دولت رؤیت پر ایمان پر زور دیتے ہیں کہ بغیر ایمان کے یہ سعادت ممکن نہیں۔

اسی طرح بہت خوب صورتی کے ساتھ ظرف مظروف اور حلول و تمکین کے مسائل کا بیان کرتے ہیں کہ بہشت و ماسوائے بہشت سب حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اسی لیے کسی بھی مخلوق میں حق تعالیٰ کے لیے حل تمکین ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ جس طرح آئینہ صورتوں کے ظہور کی صلاحیت رکھتا ہے اور پتھر اور مٹی نہیں رکھتے اسی طرح دنیا میں رؤیت واقع نہیں کیوں کہ یہ مقام اس کے ظہور کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ایں قاعدہ یاد دار آنجا کہ خدا است
نہ جزو نہ کل نہ ظرف نہ مظروف است

مزید یہ کہ اس دنیا میں رؤیت کا دعویٰ کرنے والے جھوٹا اور مفتری ہے۔ کیوں کہ جب انبیاے کرام کو یہ دولت اس دنیا میں نہ میسر آئی تو کسی اور کے لیے ممکن نہیں۔ اس ضمن میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مثال دیتے ہیں کہ باوجود ان کے کلیم اللہ ہونے کے وہ اس دنیا میں اس دولت کو نہ پا سکے اور اسی طرح جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو اس دولت سے مشرف ہوئے تو اس دنیا میں نہیں۔ بلکہ انھیں اس عالم سے لے جایا گیا۔

اعتقادیات کے ضمن میں ان کا مکتوب نمبر ۱۷ جو کسی نیک صالحہ خاتون کی طرف ہے، زیادہ مفصل ہے۔ اسی میں صفتِ قدم اور افعال العباد کو بخوبی بیان کرتے ہیں۔ صفتِ قدم یعنی ہیشگی اور ازلیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ یہ اس کا خاص وصف ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے سوا ہر چیز حادث ہے۔ جو کوئی بھی حق تعالیٰ کے کو قدیم مانے اسے گم راہ اور کافر قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں امام غزالی کے رسالہ **المنقذمن الضلال** کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جو لوگ آسمانوں، ستاروں وغیرہ کے قدم کے قائل ہیں ان کے کفر کا حکم کیا ہے۔

افعال العباد کے ضمن میں صراحتاً لکھتے ہیں کہ جس طرح بندے حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اسی طرح بندوں کے افعال بھی مخلوق ہیں کیوں کہ غیر اللہ کے لیے خلق و پیدائش لائق نہیں ہے۔ اس لیے بندہ جو دخل اپنے اختیاری افعال میں رکھتا ہے وہ اس کا کسب ہیں۔ فعل کا مخلوق ہونا اللہ کی طرف نسبت ہے اور اس کا کسب جو بندے کی نسبت اور ارادہ سے واقع ہوا بندے کی طرف۔

مکتوب نمبر ۱۷ہی میں اعتقادیات کے ضمن میں انبیاے کرام پر ایمان والوں کی معصومیت پر استدلال کرتے ہیں۔ مزید، ملائکہ، جنت و دوزخ، عذاب قبر اور قبر کے سوال و جواب کو ایمان کی سلامتی کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ قبر و بعث، میزان، صراط، جنت و دوزخ غرضے کہ ان سب امور پر ایمان لانے کو لازمی قرار دیتے ہیں جن کے بارے میں مخبر صادق نے خبر دی ہے۔ اسی طرح ایمان و کفر پر بھی مدلل گفت گو اس مکتوب کا حصہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایمان سے مراد تصدیقِ قلبی ہے۔ ان امور کو جو دین سے ضرورت اور تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ اسی طرح ان امور کا زبانی اقرار بھی ضروری ہے، جیسے کہ خالق کا وجود اور اس کی توحید آسمانی کتب اور صحائف پر ایمان انبیاء اور ملائکہ پر ایمان، آخرت پر ایمان ان تفصیلات کے ساتھ کہ حشرِ اجساد ہو گا۔ دوزخ اور بہشت کا عذاب اور آرام، آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے گر جائیں گے، زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دے جائیں گے۔ اسی طرح یہ بھی ایمان رکھنا کہ پانچ وقت کی نماز، مال کی زکوۃ، رمضان کے روزے اور زادِ راہ کی توفیق رکھتے ہوئے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ اور یہ کہ شراب پینا، ناحق قتل کرنا، ماں باپ کی نافرمانی، چوری، زنا، یتیم کا مال کھانا، سود وغیرہ حرام ہیں۔

اسی طرح خلفاے اربعہ کی فضیلت بترتیب خلافت کے مانناضروری قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہ خیر البشر علیہ الصلاۃ السلام کے اصحاب کے درمیان تنازعات و اختلافات کو نیک وجوہ پر محمول کرنا چاہیے۔ اس لیے دنیوی ہوس، طلبِ جاہ و ریاست جیسے امور کو ان کی جانب منسوب نہ کرنا چاہیے کہ یہ نفس امارہ کی رذیلہ اور کمینہ خصلتیں ہیں اور ان کے نفس حضرتِ خیر البشر کی صحبت میں پاک صاف ہو چکے۔

۲- عبادات

سرہندی کے مکتوبات جو کہ خواتین کے نام ہیں نہ صرف کہ کم اور مختصر ہیں بلکہ جامع بھی ہیں۔ اعتقادیات کے بیان کے بعد اعمال کے بجالانے پر زور دیتے ہیں اور اس میں حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ مکتوب نمبر ۳۴ نصیحت اور ذکر الٰہی کی ترغیب اور دنیا کی محبت سے بچنے کے بارے میں میر محمد امین کی والدہ کی طرف لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق عمل بجالایا جائے کیوں کہ جس چیز کا حکم دیا گیا اس کا بجالانا اور جس سے منع کیا گیا اس سے رک جانا ضروری ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل نصیحتیں کی ہیں جو انتہائی جامع ہیں:

۱- پنج وقتی نماز سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔

۲۔ نصاب کے حاصل ہونے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ اس میں یہ واضح کرتے ہیں کہ عورتوں کے لیے ان کے زیور میں بھی زکوٰۃ ہے۔

۳۔ اپنے اوقات کو کھیل کود وغیرہ میں صرف نہ کریں۔ اور قیمتی عمر کو فضول اور لغو امور میں ضائع نہ کریں؛ کیوں کہ اس صورت میں امور فقہیہ اور شرعی محظورات کی تاکید کیا معنی رکھتی ہے۔

۴۔ سرور و نغمہ کی خواہش نہ کریں اور نہ ہی اس پر فریفتہ ہوں کیوں کہ ایک جو شہد میں ملا ہوا ہے۔

۵۔ اسی طرح یہ نصیحت کرتے ہیں کہ لوگوں کہ غیبت اور سخن چینی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔

۶۔ جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بری عادتیں تمام مذاہب میں حرام ہیں۔ دوسروں کی عیب پوشی کرنا اور معاف کرنا عالی حوصلہ لوگوں کا کام ہے۔ اسی طرح یہ نصیحت کرتے ہیں کہ غلاموں اور ماتحتوں سے شفقت اور مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔ اور ان کی غلطیوں پر سختی اور مؤاخذہ نہیں کرنا چاہیے۔ بالخصوص ان کو مارنا، گالی دینا اور ایذا پہنچانا مناسب نہیں۔ اس ضمن میں ایک خوب صورت یاددہانی کرواتے ہیں کہ غلاموں اور ماتحتوں پر سخت گیری کے وقت تقصیروں کو مدِ نظر رکھا جائے جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر وقت وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں اور حق تعالیٰ ان کا مؤاخذہ نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر اپنا رزق و فضل روکتا ہے۔

اس مکتوب کے اختتام سے اندازہ ہوتا ہے کہ والدہ میر محمد امین کو گاہے بگاہے نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے اخیر میں کہتے ہیں کہ آپ کو سامنے بھی کئی دفعہ یہی کہا کہ امور شرعیہ میں جس قدر احتیاط کی جائے مراقبہ میں اسی قدر لذت اور حلاوت پیدا ہو گی۔ مگر احکام شرعیہ میں ہی سستی کی جائے تو مراقبہ اور مشغولی کا لطف برباد ہو جاتا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۴۱ ایک صالحہ خاتون کی طرف ہے اور خواتین کی تربیت کے حوالے سے بہت ہی خاص ہے۔ اس مکتوب کا آغاز قرآن کی آیت مبارکہ سے کرتے ہیں۔

﴿ يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ...الخ﴾[۴]

اس آیت مبارکہ کے حوالے سے مکتوب نمبر ۱۴۱ میں بہت ہی جامع انداز میں رسول اللہ ﷺ نے فتح

۴۔ القرآن،۶۰: ۱۲۔

مکہ کے روز جو عورتوں کی بیعت کی اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس مکتوب سے یہاں سرہندی کے خواتین کے متعلقہ امور تربیت کے ساتھ اہتمام کا اظہار ہوتا ہے وہیں معاصر سماجی مسائل اور صورت حال کا اور اب بھی با آسانی کیا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے پہلے جس چیز کی طرف سرہندی توجہ دلاتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عورتوں کو صرف قول ہی سے بیعت کیا اور آں حضرت کا ہاتھ ہر گز عورتوں کے ہاتھ تک نہ پہنچا۔ اس کے بعد مزید یہ واضح کرتے ہیں کہ عورتوں میں اخلاقی شرائط کو زیادہ مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ عورتیں مردوں کی نسبت ان اخلاقی رذائل کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔

شرط اول یہ کہ حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ سرہندی اس کی تشریح کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ یہ شرک کسی بھی کیفیت اور معنی میں نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ہی وجوب میں اور نہ ہی عبادت کے استحقاق میں۔ یعنی اگر اعمال ریا کی خاطر ہوں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اجر طلب کرنے کے فتنہ میں مبتلا ہو تو بھلے وہ قول جمیل اور ذکر جمیل ہی کیوں نہ ہو، شرک میں داخل ہے۔ اس ضمن اس حدیث مبارکہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

الشرک فی امتی اخفی من دبیب النمل[۵]

لاف بے شرکی مزن کان از نشان پائے مور
درست تاریک برسنگ سیاہ پنہاں است

اس ضمن میں مزید وضاحت کرتے ہوئے اس وقت کے اسلامی معاشرے اور بالخصوص خواتین کے ہاں رائج بعض غلطیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ شرک اور کفر کی رسموں کی تعظیم کو شرک میں

۵– ورد هذا الحديث عن أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رضي الله عنه قَالَ:(خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا هَذَا الشِّرْكَ،فَإِنَّهُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ،فَقَالَ لَهُ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ:وَكَيْفَ نَتَّقِيهِ وَهُوَ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ يَا رَسُولَ اللهِ؟قَالَ:قُولُوا اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُه) ابو عبد اللہ احمد بن محمد حنبلی، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، ت، شعیب الارنوؤط، اول مسند الكوفيين، حديث أبي موسى الأشعرى (**بيروت**: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ء)، ۳۲: ۳۸۳، رقم: ۱۹۶۰۶۔ علامہ الالبانی نے **صحيح الترغيب والترهيب** میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

بڑا دخل ہے کہ کفر سے بیزار ہونا اسلام کی شرط ہے۔ اس لیے دکھ درد اور بیماریوں کو دور کرنے کے لیے بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا جو کہ جاہل مسلمانوں کے ہاں رواج پا چکا ہے، شرک ہے۔ تراشیدہ یا ناتراشیدہ پتھروں سے حاجت طلب کرنا کفر ہے۔ اکثر خواتین اپنی جہالت کے باعث اس قسم کے ممنوعات کا ارتکاب کرتی ہیں، اور ان بے مسمی اسما سے دفع بلیلات و مصائب کی امید رکھتی ہیں اور بعض امراض جیسے جدری جسے (ہندی نام) کے دفع کرنے کے لیے شرک کی رسمیں ادا کرتی ہیں اور شاید ہی کوئی عورت ہو جو اس طرح کے شرک سے خالی ہو۔

اسی مکتوب میں سرہندی بہت دردمندی کے ساتھ اس چیز کی بھی نشان دہی کرتے ہیں کہ مسلمان خواتین میں ہندوؤں کے تہواروں کی تعظیم بھی رائج ہے بالخصوص "دوالی" میں مسلمان خواتین کافروں کی رسمیں بجا لاتی ہیں۔ ہندوؤں کی طرح اپنے برتنوں کو رنگ کرتی ہیں اور ان میں سرخ چاول بھر کر بھیجتی ہیں۔ اسی طرح مشائخ کی قبور پر حیوانات کا ذبح کرنا اور مشائخ کی نذر کرنا بھی رائج ہے۔ سرہندی نذور اور چڑھاوں کے حوالے سے اور بہت سی رائج رسموں کی نشان دہی کرتے ہیں مثلاً جنوں کے نام سے حیوانات ذبح کرنا، خواتین کا پیروں اور کے نام پر روزے رکھنا اور ان کے لیے دنوں کا تعین اور اور غیر اللہ کے نام پر رکھے گئے ان روزوں کے ذریعے سے اپنی حاجتیں طلب کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس ضمن میں سرہندی واضح کرتے ہیں کہ یوں تو سبھی عبادات میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا درست نہیں مگر روزے کی تخصیص جو اس عبادت کے بلند شان ہونے کی وجہ سے حدیث قدسی میں فرمائی گئی ہے اس کی بنا پر خواتین کے ہاں رائج اس قسم کے روزے انتہائی برا فعل ہیں۔ مزید یہ کہ یہ روزے ہر لحاظ سے خواتین نے خود ہی گھڑ رکھے ہیں جن میں دنوں کی تخصیص، افطار کے وقت محرمات یعنی بعض حرام چیزوں سے افطاری اور سوال دگدائی کر کے اس سے روزہ کھولنا وغیرہ بہت گم راہی ہے اور شیطان کا فریب ہے۔

خواتین کی بیعت میں ذکر کردہ یہ دوسری شرط انھیں چوری سے منع کیا گیا ہے جو کبائر میں سے ہے۔ اس ضمن میں سرہندی اس مکتوب نمبر ۴۱ میں یہ وضاحتاً ذکر کرتے ہیں کہ چوری کی خصلت بھی عورتوں میں بکثرت پائی جاتی ہے اور شاید ہی کوئی عورت ہو جو اس بری خصلت سے خالی ہو۔ سرہندی کے نزدیک عورتیں تین طرح سے چوری کرتی ہیں۔ پہلی چوری تو یہ ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کے مال میں ان کی اجازت کے بغیر نہ صرف تصرف کرتی ہیں بلکہ نڈر ہو کر اس کو خرچ اور تلف کرتی ہیں اور اس برائی کو حلال جانتی ہیں اسی لیے شرک کے بعد حکیم مطلق نے انھیں چوری سے منع کیا ہے۔ دوسری صورت چوری کی خواتین کے ہاں یہ ہے کہ چوں کہ خواتین خاوندوں کے مال کو بارہا چراتی ہیں تو ان میں خیانت رواج پذیر ہو جاتی ہے اور غیروں کے مال میں تصرف کی برائی ان کے ذہن سے

محو ہو جاتی ہے۔ نتیجتاً وہ دوسروں کے اموال میں بھی خیانت اور تصرف کرتی ہیں۔ اسی ضمن میں چوری کے ایک تیسرے پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرہندی ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ نماز کی چوری ہے۔ سرہندی کے نزدیک عورتیں اس پہلو سے بھی چوری کرتی ہیں کہ وہ نماز کی ادائی میں قراءت رکوع، سجود، قومہ وجلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا نہیں کرتیں۔

تیسری شرط جو عورتوں سے بیعت میں ذکر کی گئی ہے وہ ان کو "زنا" سے منع کیا گیا ہے۔ سرہندی یہاں خواتین کے لیے واضح کرتے ہیں کہ اس شرط کی خصوصیت یہ ہے کہ زنا اکثر خواتین کی رضامندی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ خود اپنے آپ کو مردوں کے لیے پیش کرتی ہیں۔ نیز اس آیت کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾[۶]

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زانیہ عورت کو زانی مرد پر مقدم رکھا ہے۔ مزید واضح کرتے ہیں کہ یہ خصلت دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے اور تمام ادیان نے اس کو قبیح ٹھہرایا ہے۔ اس ضمن میں حدیث مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ: اے آدمیوں کے گروہ! زنا سے پرہیز کرو اس میں چھ بری خصلتیں ہیں جس میں سے تین دنیا میں ہیں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں جو تین ہیں ایک یہ کہ زانی سے، نورانیت اور صفا دور ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں فقر اور محتاجی پیدا ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ عمر کم ہو جاتی ہے۔ اور جو آخرت کی تین خصلتیں ہیں وہ یہ کہ ایک حق تعالیٰ کا غضب، دوسرے بری طرح سے حساب ہونا، تیسرے دوزخ کا عذاب۔[۷]

۶– القرآن، ۲۴: ۲۔

۷– عن حذيفة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال : (يا معشر الناس اتقوا الزنا فإن فيه ست خصال ثلاث في الدنيا وثلاث في الآخرة ، فأما التي في الدنيا ، فتذهب البهاء ، وتورث الفقر ، وتنقص العمر ، وأما التي في الآخرة فتوجب السخطة ، وسوء الحساب والخلود في النار) اس حدیث کو امام ثعلبی نے اپنی تفسیر الکشف والبیان میں روایت کیا ہے۔ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی، الکشف و البیان عن تفسیر القرآن (جدہ: دار التفسیر، ۲۰۱۵ء)، ۱۹: ۲۸۔ اس کی تمام روایات کی اسناد ضعیف ہیں۔ علامہ البانی نے اس موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھیے: محمد ناصر الدین البانی، **سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة و اثرها السيء فی الامة** (الریاض: دار المعارف، ۱۹۹۲ء)، ۱: ۲۷۰، رقم: ۱۴۱۔

اسی ضمن میں اس حدیث کی جانب بھی اشارہ کرتے ہیں کہ آنکھوں کا زنا محرمات کی طرف نظر کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا محرمات کو پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا محرمات کی طرف جانا ہے[۸] اور اس آیت مبارکہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ... الخ﴾[۹]

اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ جب تک آنکھ محرمات سے اجتناب نہ کرے، دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کی گرفت ہو جائے تو شرم گاہ کی حفاظت مشکل ہے؛ اس لیے محرمات سے آنکھ کی حفاظت ضروری ہے۔

اسی مکتوب میں یہ بھی نصیحت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ عورتیں غیر مردوں سے بدکار عورتوں کی طرح ایسا نرم و ملائم کلام نہ کریں جس سے برے مردوں کی بدکاری کا وہم ہو اور ان کے دلوں میں برائی کی طمع پیدا ہو، لیکن نیک اور اچھا کلام جو اس طرح کے وہم اور طمع سے خالی اور مبرا ہو کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے اپنے زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کو غیر مردوں پر ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس چیز سے بھی کہ اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں تاکہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو اور مردوں کو عورتوں کے بارے کوئی بری خواہش پیدا ہو۔

زنا کے ضمن میں سرہندی، عورتوں کے مابین شہوت زدہ میل ملاپ، شہوت کی نظر سے دیکھنا اور ہاتھ لگانا وغیرہ جیسے باریک مسائل پر بھی اظہارِ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح مردوں کے لیے ہم جنس کو شہوت سے دیکھنا اور مس کرنا حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی حرام ہے۔ اس میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے کیوں کہ مردوں کا عورتوں تک پہنچنا جنس مخالف ہونے کی بنا پر معاشرتی طور پر مشکل ہے جب کہ عورت کا دوسری عورت تک ہم جنس ہونے کی بنا پر آسان ہے۔

چوتھی شرط جو عورتوں کی بیعت میں لگائی گئی کہ وہ اولاد کو قتل نہ کریں۔ اس ضمن میں سرہندی،

۸- إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا، أدرك ذلك لا محالة، فزنا العينين النظر، وزنا اللسان المنطق، والنفس تمنى وتشتهي، والفرج يصدق ذلك كله ويكذبه. ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، **صحيح البخاري**، ت، زبیر بن ناصر الناصر (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۸: ۵۴، رقم: ۲۶۴۳۔

۹- القرآن، ۲۴: ۳۰۔

عورتوں کا بیٹیوں کو محتاجی اور فقر کی بنا پر قتل کر دیناذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ واضح نہیں کہ یہ عادت ہندوستان میں اس وقت موجود تھی یا نہیں مگر اب عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔

پانچویں شرط عورتوں کی بیعت میں یہ ہے کہ وہ بہتان اور افترا نہ کریں گی۔ یہاں بھی سرہندی وضاحت کرتے ہیں کہ اس خصلت کو عورتوں کی بیعت میں مخصوص کرنے کی حکمت بھی یہ ہے کہ یہ برائی عورتوں میں بکثرت پائی جاتی ہے اور یہ کہ جھوٹ، بہتان تمام مذاہب نے حرام قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ بہتان میں مومن کے لیے ایذا ہے اور یہ فساد کا سبب ہے۔

چھٹی شرط یہ لگائی گئی ہے کہ نبی ﷺ جو کچھ فرمائیں اس کی نافرمانی اور معصیت سے باز رہیں۔ سرہندی اس مکتوب میں یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ شرط تمام اوامر شرعی کے بجالانے اور تمام منہیات سے رک جانے کو شامل ہے۔ اس ضمن میں مزید وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نازل کردہ احکام پر ایمان لانے کے بعد اسلام کی بنیاد چار ارکان پر ہے۔ پنجگانہ نماز کی سستی اور تقصیر کے بغیر کوشش اور اہتمام سے ادائی، رغبت اور احسان کے ساتھ مال کی زکوٰۃ مستحقین کو دینا، اہتمام سے رمضان المبارک کے روزے رکھنا، حج بیت اللہ کہ وہ تمام گذشتہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ تقویٰ اور ورع کو اختیار کرنا چاہیے اور اس سے مراد منہیات شرع کو ترک کرنا ہے۔ منہیات کے ضمن میں بھی سرہندی اسی مکتوب میں بہت وضاحت کے ساتھ امور منہیہ گنواتے ہیں۔ مسکرات یعنی نشہ آور چیزیں شراب کی طرح حرام ہیں۔ غناو سرور یعنی گانے بجانے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اور یہ کہ غناو سرور زنا کا افسون اور منتر ہے۔ غیبت سے اجتناب لازم ہے۔ مسخرہ پن اور سخریہ سے اجتناب ضروری ہے کہ اس میں مومن کی ایذا ہے۔ بدشگونی کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے اور کے ایک سے دوسرے کو لگ جانے کا بھی اعتبار کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا ہے کہ "لا طيرة ولا عدوى."[۱۰] اسی طرح کاہن اور نجومی سے کچھ پوچھنا اور ان کو امور غیبی کا عالم جاننا درست نہیں کیوں کہ شریعت نے ان سے منع فرمایا ہے، اسی لیے نہ خود جادو کریں اور نہ ہی جادوگر کے پاس جائیں کیوں کہ سحر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۱۰- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لا عَدْوَى وَلا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ." **صحيح البخاري**، باب لاعدوى، ۷: ۱۳۹، رقم: ۵۷۷۶۔

خواتین کی بیعت کے بارے میں اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں خواتین میں رائج کئی اخلاقی مسائل اور ان کی اصلاح پر گفت گو کے بعد سرہندی اس بیعت کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کرتے ہوئے بیعت کرلی اور یہ کہ آں حضرت ﷺ نے ان سے قولا بیعت لی اور حق تعالیٰ سے ان کے لیے بخشش طلب کی تو کامل امید ہے کہ وہ جماعت جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حق تعالیٰ کے امر کے بموجب استغفار کیا، بخشی جائے گی۔

یہاں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی عورتوں کے اس گروہ میں شامل تھیں جنھوں نے فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کی اس آیت مبارکہ کی رو سے بیعت کی۔ اس بیعت اور استغفار سے اس کے لیے بہت بڑی مغفرت اور بخشش کی امید ہے، نیز یہ کہ جو عورتیں بھی بعد کے زمانے تک ان شرطوں کو قبول کرلیں اور ان کے موافق اپنا عمل رکھیں حکماً اس بیعت میں داخل ہوں گی اور اسی استغفار کی امیدوار بن سکتی ہیں کیوں کہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾[11]

اس بیعت کے بیان کے بعد سرہندی اس امر کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ نجات اور خلاصی کا راستہ صاحبِ شریعت علیہ الصلاۃ السلام کی اتباع ہے اور جہاں تک کسی پیر و مرشد کی بیعت یا اطاعت کا تعلق ہے تو اس کا مقصد و مدعا بھی یہی ہونا چاہیے کہ شریعت کی طرف ہدایت و راہنمائی کریں۔ اور ان کی برکت اور معیت سے شریعت پر اعتقاد اور اس پر عمل میں آسانی ہو۔ اور ایسا نہیں ہے کہ مرید جو کچھ چاہیں کریں اور جو چاہیں کھائیں یعنی حلال و حرام کی تمیز نہ ہو اور پیر ان کے لیے ڈھال بن جائیں گے اور عذاب سے بچالیں گے۔ یہ ایک لایعنی اور بے فائدہ آرزو ہے کہ وہاں اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہ کر سکے گا۔ آخر میں سرہندی اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ پسندیدہ اعمال کے حصول کے لیے شریعت کی اتباع ضروری ہے اور اتباع کی کوشش کے باوجود جو لغزش اور قصور باقی رہ جائیں تو اس کا تدارک شفاعت سے ہوگا۔ نیز یہ کہ وہ گناہ گار جسے اللہ بخشنا چاہتا ہے اور اس کی معافی کے لیے کوئی نہ کوئی وسیلہ لے آتا ہے تو وہ شخص در حقیقت اللہ کا پسندیدہ ہے۔

اخیر میں یہ ضروری ہے کہ سرہندی کی خواتین کے نام ان تین مکتوبات کے مندرجات اور موضوعات کی روشنی میں اس وقت کے مسلم معاشرے میں خواتین کی علمی اور سماجی حیثیت کی جو تصویر ابھرتی ہے اس کا ایک خلاصہ پیش کیا جائے۔

۱۱۔ القرآن، ۴: ۱۴۷۔

اول: ان مکتوبات کے مندرجات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواتین میں دینی علوم کے بارے میں نہ صرف یہ کہ لگن پائی جاتی ہے، بلکہ ان میں سے بعض اس ضمن میں بہت کمال تک پہنچی ہوئی ہیں۔ بالخصوص مکتوب نمبر ۱۷ جو اعتقادیات بالخصوص توحید الاسماء و الصفات کے حوالے سے انتہائی مفصل ہے، کئی مرد مریدین کو لکھے ہوئے مکتوبات کی نسبت زیادہ دقیق مسائل پر مشتمل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخاطب کی علمی سطح کئی دوسرے مریدین سے بہت بلند ہے؛ گو کہ اس مکتوب میں تصوف کے مضامین اور موضوعات کم ملتے ہیں اور زیادہ بحث عقائد پر کی گئی ہے۔

دوم: دوسری اہم بات جو ان مکتوبات سے سامنے آتی ہے کہ خواتین اپنے علمی اور دینی مسائل کے لیے خط و کتابت کے ذریعے علماء و مشائخ سے سیکھتی اور پوچھتی رہتی تھیں۔ اسی لیے مکتوبات کے عناوین خواتین کی نسبت ہی قائم رہے اور اس میں کوئی اچنبھے یا عیب کی بات نہ تھی کہ وہ علمی مسائل پر گفت گو کے لیے علما اور مشائخ سے قلمی روابط رکھیں۔

سوم: تیسرا نکتہ جو ان مکتوبات کی روشنی میں سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ سرہندی جنھیں بجا طور پر مجدد اور مصلح الف ثانی مانا جاتا ہے۔ اپنی اصلاحی کوششوں میں خواتین کی اصلاح اور ان میں رائج مغالطوں کے بارے فکر مند تھے۔ اسی لیے ان کے خواتین کے نام مکتوبات دینی امور کی معرفت اور ان کی شرح پر مشتمل ہیں اور ان مکتوبات میں تصوف اور سلوک کے موضوعات نسبتاً کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

چہارم: سب سے اہم اور نمایاں پہلو جو سامنے ابھر کر آتا ہے وہ یہ کہ اس وقت کے مسلم معاشرے میں خواتین کی اکثریت بہت ساری ایسی رسوم و رواج اور اعتقادات کو اپنائے ہوئے تھی جو دینِ اسلام کے بنیادی عقائد اور احکام سے متصادم ہیں، اسی لیے سرہندی ان خواتین سے جو علم و معرفت پر دست رس رکھتی ہیں یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ اس اصلاح میں اپنا کردار ادا کریں۔

پنجم: ایک اور انتہائی اہم پہلو اخلاقی مسائل پر سرہندی کا انتہائی وضاحت کے ساتھ اظہار ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی معاصر خواتین کن اخلاقی اور معاشرتی برائیوں سے دوچار ہیں۔ بالخصوص شرک، جادو ٹونہ اور چوری جیسی اخلاقی برائیوں پر سرہندی بہت شرح و بسط کے ساتھ اس وقت کی خواتین سے مخاطب ہیں۔ اسی طرح زنا جیسی قبیح علت پر جس انداز میں سرہندی نے اپنے مکتوب نمبر ۴۱ میں مفصل بحث کی ہے اس ضمن میں ہم جنس پرستی یا شہوت جیسے مسئلے پر مفصل گفت گو کی ہے جب کہ وہ ایک خاتون سے مخاطب ہیں۔ اس بات کی نشان دہی ہوتی ہے کہ شاید اس وقت کے

معاشرے میں اس کا کوئی شائبہ یا عنصر موجود ہے یا اگر نہ بھی ہو تو ایک بہت پایہ کے عالم اور مصلح اس کے بیان کو اس لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ زنا جیسی برائی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جا سکے، مگر اس کی ہمارے موجود ماحول سے بہت اہم نسبت بنتی ہے جب کہ Homosexuality کو کچھ ممالک قانونی حیثیت دے چکے ہیں اور تمام مذاہب، جیسا کہ سرہندی نے اس اخلاقی برائی کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ہمارے علما اور اکابر کو بھی اپنے علمی اور دینی دروس میں اس طرح کے اخلاقی مسائل کا احاطہ کرنا چاہیے اور ان مباحث کو اپنے اصلاحی اور علمی موضوعات میں شامل رکھنا چاہیے کہ ان کا تعلق ہمارے معاشرے، ہمارے نوجوانوں اور ایک حقیقی خطرے سے ہے۔

List of Sources in Roman Script

- Abu Al Fadal. *Akbar Nama*. Delhi: Matba' Munshi Nawl Kishore, 1283AH.
- Badayuni, Abdul Qadir. *Muntakhab al Tawarikh*. Ed. by Kabir ud din and W.N. Lees Calcutta.
- Ihsan, Kamaluddin Muhammad. Raudat al Qayyumiyyah. Maktabah Mujaddaddiyah, 1917.
- Makhan Lal Roy Choudhury. *The Din e Ilahi or the Religion of Akbar*. New Delhi: Munshi Manohar Lal Press, 1952.
- Muhammad Aslam, *Din e ilahi aur us ka Pas-e Manzar*. Lahore: Nadwatul Musannifin, 1970.
- Nasiruddin al Albani. *Sahihu al Tarhib wa al targhib*. Riyadh: Maktabat al Ma'arif li al Nashr, 2000.
- Nizami, Khaliq Ahmed. *Akbar and Religion*. Delhi: Idara e Adabiyat, 1989.
- Sirhindi, Sheikh Ahmad. *Maktubat Imam e Rabbani*. Karachi: Educational Printers, 1977.